۲۹ / اکتوبر ۱۹۰۹ء

خطبہ جمعہ

حضرت امیرالمومنین نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَّ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ

وَ یُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (البقرة:۲۱۹تا۲۲۲)۔

اور پھر فرمایا:۔

ان چار آیتوں میں جو پہلی آیت ہے اس میں ایک غلطی کی اصلاح ہے جو نہ صرف چھوٹوں میں پائی جاتی ہے بلکہ بڑوں میں بھی اور وہ یہ ہے کہ "مستحق کرامت گناہ گارانند" کا مصرعہ زبان پر رہتا ہے جس نے بہت لوگوں کو بے باکی کا سبق دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ رحمت الٰہی کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جن میں یہ اوصاف ہوں۔ اول ایمان باللہ یعنی یہ یقین ہو کہ تمام خوبیوں سے موصوف اور تمام نقصوں سے منزہ ذات اللہ کی ہے۔ پھر ملائکہ پر ایمان ہو یعنی ان کی تحریک پر عمل کیا جاوے۔ پھر کتب اللہ پر ایمان ہو۔ نبیوں پر ایمان ہو۔ یوم آخرت پر ایمان ہو۔ صرف عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ ہی نہ کہے بلکہ رَحْمَةُ الْقَبْرِ حَقٌّ بھی۔ تقدیر (یعنی ہر چیز کے اندازے اللہ تعالیٰ نے بنا رکھے ہیں) پر ایمان ہو۔ پھر اس ایمان کے مطابق عملدرآمد بھی ہو۔ عیسائیوں نے دھوکہ دیا ہے اور وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ نجات فضل سے یا ایمان سے یا عمل سے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ نجات فضل سے ہے کیونکہ قرآن شریف میں ہے اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ (فاطر:۳۶)۔ مگر اس فضل کا جاذب ایمان ہے اور جیسا کسی کا ایمان مضبوط ہے اسی کے مطابق اس کے عمل ہوتے ہیں۔ اسی واسطے یہاں اٰمَنُوْا کا ذکر فرما دیا کیونکہ اعمال ایمان کے ساتھ لازم ملزوم ہیں۔ چنانچہ اس ایمان کا ایک نشان ظاہر کیا ہے کہ تمام مقدمات کی بناء تو زمین ہے مگر جب انسان ایمان میں کامل ہو جاتا ہے تو پھر وہ خدا کے لئے اس زمین کو بھی چھوڑ دیتا ہے یعنی ہجرت۔ کیونکہ کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دینا بہت بڑا عمل صالح ہے۔ پھر فرمایا۔ ایمان کا مقتضی اس سے بھی بڑھ کر ہے وہ کیا؟ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ (الحج:۷۹) یعنی اس کا دن' اس کی رات' اس کا علم' اس کا فہم' اس کی محبت' اس کی عداوت' اس کا سونا اور اس کا جاگنا' غرض کردار' گفتار' رفتار سارے کے سارے اس کوشش میں ہوں کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ قدوس ہے۔ اس کا مقرب نہیں بن سکتا مگر وہی جو پاک ہو۔ انسان بے شک کمزور ہے اس لئے وہ غلطیوں کو بخشنے والا ہے مگر اپنی طرف سے کوشش ضروری ہے۔ مومن میں استقلال و ہمت ضروری ہے۔ یہ غلط خیال ہے کہ نبیوں نے اس وقت مقابلہ کیا جب ان کا جتھا ہو گیا۔ حضرت نوحؑ کے جتھے کا کیا حال تھا؟ مَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِیْلٌ (هود:۴۱) جب آپ کو مقابلہ کی ضرورت پڑی تو ایک جملہ سے وہ کام لیا جو کل دنیا کی فوج نہیں کر سکتی۔ یعنی لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (نوح:۲۷)۔ حضرت

موسیٰ کیسی حالت میں تھے' فرعون نے کہا هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (الزخرف:۵۳)۔ ان کی تمام قوم غلام تھی مگر ایک آواز سے سب کام کروالیا۔ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (یونس:۸۹)۔ نبیوں کو' خدا کے پاک لوگوں کو جتھوں کی کیا پروا ہے۔ انبیاء کے نزدیک ایسا خیال شرک ہے۔ میں تمہیں دعاؤں کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تم یوں سمجھو کہ دعاؤں کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور یہی دعائیں تمہارے سب کام سنواریں گی۔

(بدر جلد ۹ نمبر ا--- ۴ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ا)

☆-☆-☆-☆